اے میری قوم!

مولانا عبید اللہ خالد (مدیر ماہنامہ "الفاروق" کراچی)

انسانوں کا وہ گروہ جو بھیڑوں کی زندگی اختیار کرتا ہے، بھیڑیوں کے ہاتھوں ہلاک ہوتا ہے۔ ہم میں آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو صرف چرواہے کہلانے کے شوق میں جمہور کو بھیڑوں کی زندگی اختیار کرنے پر آمادہ کررہے ہیں۔ لیڈری کے بعض خواہش مندوں کو اندیشہ ہے کہ جب قوم متحد ہو کر جہد و عمل کے میدان میں نکل آئے گی تو ان کی منفی اور تخریبی صلاحیتوں کی قیمت گھٹ جائے گی اس لیے وہ قوم کے شیرازے کو ہر قیمت پر منتشر رکھنا چاہتے ہیں۔

ان لوگوں نے گزشتہ صدیوں میں بارہا ملت کی چٹان کو خود غرضی کے تیشوں سے پاش پاش کیا ہے۔ اسلام ایک تھا لیکن انھوں نے اس کی وحدت کو فرقوں، گروہوں، نسلوں اور خطوں میں تقسیم کیا، آلام و مصائب کے ادوار میں بھی جب مسلمانوں میں اتحاد و تنظیم کی روح بیدار ہوتی تھی، یہ لوگ میدان میں نکل آتے تھے جب اہل غرناطہ پر مصائب کی گھٹائیں نازل ہورہی تھیں یہ لوگ انہیں عربی، اندلسی اور بربری کے نام پر لڑا رہے تھے، جب بغداد پر تاتاری یورش کررہے تھے، یہ لوگ اہل اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے اور منافرت پھیلانے میں مصروف تھے۔ آج پاکستان میں اسی قسم کا گروہ صوبائی عصبیت کا بیج بونے کی فکر میں ہے۔ ہم ایک ہیں، ہمارے مسائل بھی ایک ہیں۔ اگر اسلام عرب میں عربی اور عجمی، قریشی اور حبشی کی تفریق کے خلاف تھا تو پاکستان میں بھی پنجابی، سندھی، سرحدی، بلوچستانی کے درمیان تفریق کی اجازت نہیں دے سکتا۔ پاکستان کے انعامات اور پاکستان کے مصائب میں ہم سب یکساں حصہ دار ہیں۔ موجودہ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ ہم پاکستان میں صوبوں کی تقسیم کو ایک وحدت ملی میں جذب کردیں۔ اجنبی سامراج نے صوبائی حد بندیوں سے پنجابی کے لیے سندھی، سندھی کے لیے سرحدی اور سرحدی کے لیے بلوچستانی کو اجنبی بنادیا تھا لیکن پاکستان کی بقا اور استحکام کا راز ان حد بندیوں کو ختم کردینے میں ہے۔ قوم کو ان غرض کے بندوں کی پروا نہیں کرنی چاہیے جو یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر تمام مسلمان ایک ہوگئے تو ہمارے لیے زندہ باد کے نعرے کون لگائے گا۔

ایک کچھوا ایک گدلے پانی کے جوہڑ سے مچھلیاں شکار کیا کرتا تھا۔ جب برسات کے دن آئے اور آس پاس کے چھوٹے چھوٹے جوہڑ مل کر ایک بڑی جھیل میں تبدیل ہونے لگے تو کچھوے کو خطرہ محسوس ہونے لگا کہ اس کا جوہڑ بھی جھیل کے ساتھ مل گیا تو جھیل کے وسیع رقبے اور گہرے پانی میں مچھلیوں کا شکار مشکل ہوجائے گا۔ چنانچہ اس نے مچھلیوں سے کہا۔ "تم جوہڑ کے کناروں پر بند لگادو، ورنہ تمہاری عزت اور آزادی بہت بڑے خطرے کا سامنا کررہی ہے۔ تم چھوٹی چھوٹی لہروں سے دل بہلانے کی عادی ہو اور جھیل میں تمہیں بڑی بڑی لہریں پریشان کیا کریں گی۔"

پاکستان کے صوبوں میں اس قماش کے معتبرین کی کمی نہیں۔ جب یہ لوگ صوبوں کی مکمل آزادی اور خود مختاری کا نعرہ لگاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انہیں لوٹ مار کی پوری آزادی ہو اور مرکز اس قدر کمزور ہو کہ وہ مدافعت نہ کرسکے۔ صوبوں کا درد ان کے دل میں نہیں، پیٹ میں اٹھتا ہے لیکن چند آدمیوں کی خوشنودی کے لیے قوم کا اجتماعی مفاد قربان نہیں کیا جاسکتا۔ وہ قوم جو بڑے سے بڑے دشمن کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ رکھتی ہے۔ اسے ان کچھوؤں کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا ہے، قربانیاں قوم نے پاکستان کے لیے دی ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر تھیں۔ ہمارے اجتماعی اور قومی شعور کی اساس دین اسلام پر ہے۔ تاریخ اس حقیقت کی گواہی دیتی ہے کہ جب بھی ہم نے دین الٰہی کی رسی کو مضبوطی سے پکڑا ہے، ہم ہر مصیبت اور ہر آزمائش کے دور سے سرخرو ہو کر نکلے ہیں جب بھی ہم نے ذوقِ یقین سے لبریز ہو کر اسلام کی شاہراہ پر قدم رکھا، ہمارے سامنے پہاڑوں نے سر جھکا دیے اور جب بھی ہم نے اپنے سینوں میں عشقِ محمد ﷺ کی قندیلیں روشن کیں، آلام و مصائب کی تاریکیاں ہمارے پاؤں متزلزل نہ کر سکیں۔

اسلام ہمارے لیے وہ ڈھال ہے جو کفر کے ہر تیر کو روک سکتی ہے۔ اسلام ہمارے ہاتھ میں وہ تلوار دیتا ہے جو ہر تلوار کو کاٹتی ہے۔ اسلام ظلمت کی گھٹاؤں میں ہمارے سامنے روشنی کا وہ مینار ہے جو بار بار ہمارے سفینے کو ساحل مقصود تک پہنچا چکا ہے اسلام وہ چشمہ ہے، جس سے قیامت تک زندگی کے دھارے پھوٹتے رہیں گے۔ ان خوفناک آندھیوں کے سامنے ہم اپنے منتشر شیرازے کو صرف اسلام کی رسی سے باندھ سکتے ہیں۔ اسلام ہی ہماری راکھ کے انبار سے بجلیاں پیدا کر سکتا ہے۔

یاد رکھیے۔ پاکستان مہاجرین کی جائے پناہ ہے، پاکستان انصار کا قلعہ ہے۔ پاکستان وہ ساحل ہے جہاں ہم خون کے دریا عبور کرنے کے بعد پہنچے ہیں۔ پاکستان وہ منزل ہے جس کے راستوں کی کھائیاں ہم نے اپنی لاشوں سے پاٹی ہیں۔ پاکستان وہ درخت ہے جسے ہم نے اپنے خون اور آنسوؤں سے سینچا ہے۔ یہ ملک اس قوم کی میراث ہے، جس کے اسلاف نے آٹھ صدیاں پشاور سے لے کر راس کماری تک اپنی سطوت اور اقبال کے پرچم لہرائے ہیں۔ یہ دور زوال کی دو صدیوں میں رجعت قہقری کے بعد ہمارا آخری دفاعی مورچہ ہے۔ یہ ہماری اجڑی ہوئی محفل کا آخری چراغ ہے۔ یہ ہمارے خزاں رسیدہ چمن کا آخری درخت ہے اور اب دشمن اس درخت کی جڑیں کاٹنے اور اس چراغ کو بجھانے کی فکر میں ہے۔ ہم اپنی تاریخ کے بھیانک ترین حوادث کا سامنا کر رہے ہیں اور ان حوادث کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم اپنی تمام قوتیں اور صلاحیتیں اسلامی اتحادی اور ایمانی تعلیمات پر مرکوز کر دیں۔

یقیناً ہمارے ہاتھ زخمی ہیں لیکن قوموں کی عظمت کے تاج محل ہمیشہ ان معماروں نے کھڑے کیے ہیں جن کے ہاتھ زخمی تھے۔

فکر آخرت

☆ اللہ کے ساتھ تجارت کرو تو بہت نفع ہوگا۔

☆ بندگی اس کو کہتے ہیں کہ احکام الٰہی کی حفاظت کرے اور جو عہد کسی سے کرے اس کو پورا کرے اور جو کچھ مل جائے اس پر راضی رہے اور جو نہ ملے اس پر صبر کرے۔

☆ دنیا کی فکر کرنے سے تاریکی پیدا ہوتی ہے اور آخرت کی فکر کرنے سے روشنی پیدا ہوتی ہے۔

☆ متقی کی علامت یہ ہے کہ سب لوگوں کو تو سمجھے کہ نجات پا جائیں گے اور اپنے کو سمجھے کہ ہلاک ہو گیا۔

☆ سب سے زیادہ بربادی یہ ہے کہ کسی کو بڑی عمر ملے اور وہ سفر آخرت کی تیاری نہ کرے۔

☆ دنیا جس کے لیے قید خانہ ہو تو قبر اس کے لیے باعثِ راحت ہوگی۔

☆ اگر تمہارے دل پاک ہو جائیں تو کبھی قرآن شریف کی تلاوت یا سماعت سے سیری نہ ہو۔

(حضرت عثمان غنیؓ)